

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

رمضان المبارک کے آٹھ دس روز گزر چکے ہوں گے کہ آپ تک ترجمان القرآن کا یہ شمارہ (جولائی) پہنچے گا۔

مبارک باد آن پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے اب تک کے روزے رکھے اور جو پورا ماہ رمضان روزہ داری کی حالت میں گزارنا چاہتے ہیں۔ اپنی بدنی خواہشات کو ایمانی دردخانی تقاضوں کے تابع رکھنے والے یہ لوگ ملت اسلامیہ کا اصل جوہر ہیں اور معاشرے میں اگر کوئی خیر و خوبی ہے تو ایسے ہی صبر کیش عنصر کے دم سے ہے۔

ہزار افسوس ان بد نصیبوں پر جن میں اتنی قوت ایمانی نہیں ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو اپنے تابع رکھ سکیں، بلکہ آٹا چند ادنیٰ خواہشات اُن پر سواری کر رہی ہیں۔ فساد اور خیانت اور ظلم اور بد عنوانیوں کے فروغ میں زیادہ تر حصہ ایسے ہی خواہش پرستوں کا ہے۔ انہی کے افکار و اعمال سے ملت اسلامیہ کی قوتیں تباہ ہوتی ہیں اور مسلمان خوار و ذلیل ہیں۔

ایک روزہ وہ ہے جو روزے کے احکام، اس کے مقاصد اور تقاضوں کو سمجھے بغیر رکھا جائے، یعنی ایک مثینی سی اطاعت، اور اطاعت اپنے اصل معنوں میں نہ ہو تو آباٹی یا خاندانی یا سماجی معمول کی زد میں آدمی بہتا رہتا ہے۔

ایک روزہ وہ ہے جو ایمان و احتساب کے ساتھ رکھا جائے اور یہی مطلوب شریعت ہے کہ

روزہ آدمی جذبہ ایمانی کے ساتھ رکھے، یعنی میں ایک لاشریک خالق و مالک کا بندہ ہوں جو میرا رب اور الہ ہے، میں اس کی سلطنت میں رہتا ہوں اس کے رزق پر پلتا ہوں اور میرے لیے اس کی طرف سے امتحانِ وفا یہ رکھا گیا ہے کہ آیا میں اس کی خوشنودی کے لیے اپنی تند خوئی و اہمشتات پر قابو رکھتا ہوں یا نہیں۔

پھر اس روزے کے کچھ مقاصد ہیں جو روزہ فرض کرنے والے آقا نے خود ہی مقرر کیے ہیں، ان مقاصد میں سرفہرست تقویٰ ہے، پھر صبر ہے، پھر قرآن سے ربط و تعلق ہے، پھر نیابت و دروغ اور غیبت و چغل خوری سے اجتناب ہے، حرام اشیاء اور اعمال سے پرہیز ہے، پھر صدقہ ہے، جذبہ جہاد ہے، دعوت الی اللہ ہے اور یوں سمجھیے کہ سارے کا سارا دین روزے کے گرد مترتب ہو جاتا ہے۔ جس نے ایمان و شعور اور خود احتسابی کے ساتھ روزہ رکھا اس نے درحقیقت پورا دین سمیٹ لیا۔

ایمان جہاں روزہ کا اصل محرک ہے، وہاں وہ ذریعہ احتساب بھی ہے۔ اسی لیے ان دونوں چیزوں کو جمع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے ایمان و احتساب کے ساتھ روزے رکھے، اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ یعنی ایمان و احتساب والا روزہ معصیت کی دلدل سے نکال کر انسان کو تقویٰ کے بہارستان میں لے آتا ہے۔ پس روزہ دار کے لیے ضروری ہے کہ اس بات کا احتساب بھی کرتا رہے کہ اس کے روزے کے مقاصد صحیح طور پر پورے ہوں اور ایسی منضاد چیزیں روزے کے ساتھ جمع نہ ہوں جو روزے کے مقاصد کو نقصان پہنچاتی ہیں، یا عند اللہ اسے بالکل ہی کا عدم کر دیتی ہیں۔

تو آئیے ذرا غور کریں کہ احتساب کیا کیا اور کدھر کدھر سے!

پہلا نکتہ احتساب یہ ہے کہ صحیح جذبہ ایمانی اس کا محرک ہو اور نیت خالص کا رفا ہو۔ نیت صرف وہ خالص ہوتی ہے جس کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہو۔ کوئی شائبہ یا یاغواہش وادوستہ شامل ہو جائے یا محض کسی شخص یا گروہ کے سامنے اہمیت اختیار کرنا مطلوب

بن جائے تو نیت خالص نہیں رہتی۔ نیت خالص کے بغیر کوئی بہترین عمل یا ایسا بے برگ و بار ہو جاتا ہے، مثلاً انفاق اور جہاد، یا قربانی اور شہادت جیسی سعادتیں بھی آدمی کو کچھ نہیں دے سکتیں۔

پس ایک روزہ دار مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے قلب کی کیفیت پر نگاہ رکھے اور مسلسل نگرانی کرے کہ دل کی مسند پر منائے الہی کی جگہ کوئی دوسرا جذبہ تو قابض نہیں ہو گیا، کہیں اس کا جی یہ تو نہیں چاہتا کہ جا بجا یہ ظاہر کرنا پھرے کہ میں نے روزہ رکھا ہے یا میں بہت قرآن پڑھتا ہوں اور بڑی باتا عدگی سے تراویح ادا کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی موقع پر کسی اہم ضرورت سے ایسی کوئی بات مجھلا بنانی پڑ جائے، لیکن خطرناک معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے اندر خواہش اعلان و اشتہار موجود ہو۔

دوسرا بڑا نکتہ احتساب یہ ہے کہ جھوٹی بات کہنا یا جھوٹے طرز عمل کو اختیار کرنا دین میں سخت ناپسندیدہ چیزیں ہیں۔ اس وجہ سے خاص توجہ دلا کر روزہ دار سے یہ مشق کرائی جاتی ہے کہ وہ جس طرح دن میں کھانے پینے سے اجتناب کر رہا ہے اسی طرح اپنی مجموعی زندگی سے قول زور اور عمل بالزور کو خارج کر دے۔

غلط بیانی کرنا، جھوٹی قسمیں کھانا، لوگوں سے فریب کرنا، خیانت کاری اور اس سلسلے کی تمام چیزیں عام حالات میں بھی ممنوع ہیں لیکن روزہ دار سے یہ چاہا گیا ہے کہ وہ اس پہلو سے اپنے اقوال و اعمال کا خاص دھیان رکھے اور ایسی چیزوں سے اپنے آپ کو پاک کرے اور جو روزہ دار ایسا نہ کرے اس کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ ایسے شخص کا روزہ محض بھوک پیاس بھگتنا ہے اور خدا کو اس کی بھوک اور پیاس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ذرا حضور کے ارشاد پر غور کیجیے، بڑی وعید ہے۔ اگر جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے ہی پرہیز نہ کیا جائے تو پھر روزہ دار کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔

در اصل حدیث کے یہ الفاظ "قول الزور والعملیہ" ایسے جامع الفاظ ہیں کہ

نہ صرف غیبت اور دشنام کو محیط ہیں بلکہ ہر قسم کی خیانت اور بدعنوانی اور حرام خوردگی کو بھی حاوی ہیں۔

روزہ دار کو اپنی پوری زندگی، اپنے اطلاق، اپنے کاروبار اور اپنی سرگرمیوں پر نگاہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ اس کے ہاں "اکل اموال بالباطل" کی کوئی شکل تو موجود نہیں ہے؟ سود یا قمار یا ملازمین اور محنت کاروں کے استحصال سے ناجائز فائدہ تو حاصل نہیں کیا جا رہا؟ کوئی حرام جائداد تو نہیں ہے؟ کوئی ناجائز ذریعہ مفاد تو کام نہیں کر رہا؟ کسی کی امانت تو اپنے ذمے نہیں ہے؟ کسی کا قرض تو واجب الادا نہیں ہے؟

ایک سچے روزہ دار کا کام یہ ہے کہ وہ اگر اپنے دائرہ سیات میں خیانت یا بدعنوانی یا ظلم کا کوئی شائبہ بھی پاتا ہو تو اس سے ترک کر دے اور کسی کا حق مارا ہو تو حق دار کو اس کا حق واپس پہنچا دے۔ صرف اتنی روزی سے کام چلائے جس کے متعلق اسے تسلی ہو کہ یہ قولی اور عملی طور سے پاک ہے۔

نہ دیکھے کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والے کیا کیا نادرے بے تحاشا اٹھا رہے ہیں، نہ پروا کرے کہ ادنیٰ ادنیٰ لوگ کیسی کیسی آسائشیں سمیٹ رہے ہیں، آنکھوں کو نہ جھکنے دے بڑی بڑی عمارتوں اور گاڑیوں اور مشینوں اور پلاٹوں اور بینک بیلنسوں کے سامنے۔

جائز و ناجائز کی حدود سے آزاد، دولت کا یہ پورا گنڈا کھیل آدمی اور اس کے خدا کے درمیان ایک دیوار بن گیا ہے۔ آدمی کو اس دور نے کمانے اور کھانے کی ایسی مشین بنا دیا جس کی پوری قوتیں اور جس کا سارا وقت روپے کے گرد طواف کرنے میں گزر جاتا ہے۔ اس حامل شدہ دیوار کو ڈھانا مومن کا کام ہے اور یہ کام روزہ داری کی حالت میں خصوصیت سے ہونا چاہیے۔ دولت پرستی کی دیوار کو ڈھانے کے لیے رمضان میں صدقہ کرنے کی خصوصی ترغیب دلائی گئی

ہے۔ صدقہ اس شکل میں بھی کہ لوگوں کا روزہ افطار کر دینے میں خرچ کیا جائے۔ دوستوں اور مستحقین کے کھانے کا انتظام کیا جائے؟ اہل احتیاج کے لیے کپڑوں، بوتلوں یا دوکان بندو کیا جائے، طالب علموں کے لیے فیسوں اور کتابوں کی فراہمی کی صورت میں مدد کی جائے، قیدیوں کو جیل میں کھانا، کپڑا یا دوسری ضروریات پہنچائی جا سکتی ہوں تو پہنچائی جائیں، ہسپتالوں میں اگر

نادار مرلینوں کو دوا، غذا، پھلوں یا کسی دوسرے ضروری سامان کی شکل میں مدد دی جاسکے تو دی جائے۔ سرزمینِ پاکستان کے روزہ داروں کی خاص توجہ مہاجرین افغانستان کی بے وطنی بے کسی پر بھی ہونی چاہیے۔ رمضان کے اختتام پر فطرانہ بھی دینا لازم ہے۔ بعض لوگ تو زکوٰۃ بھی پابندی سے رمضان ہی میں ادا کرتے ہیں۔

صدقہ کی یہ ساری صورتیں روزہ داری کی دُوح کو تو انا کرتی ہیں اور انسان اور خدا کے درمیان دنیوی مادیت کی حامل شدہ دلیوار کو گرا کر بندہ و آقا میں قرب پیدا کرتی ہیں۔

تیسرا نکتہ احتساب یہ ہے کہ روزہ دار کو خیال رکھنا ہے کہ وہ کسی کے ساتھ لڑے جھگڑے نہیں۔ لڑنا جھگڑنا یوں بھی اچھا روئیہ نہیں ہے، لیکن روزے کی حالت میں تو یہ عین روزے کی اسپرٹ کا نقیض ہے۔

چونکہ روزہ دار پر جھوک پیاس کی حالت میں ایک کرب طاری ہوتا ہے، اس کے اعصاب متاثر ہوتے ہیں اور اس میں آسانی سے جذباتی ہیجان پیدا ہو سکتا ہے، اس لیے حضور نے بطور احتیاط متنبہ کر دیا کہ روزہ دار سے اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تب بھی اسے معذرت کر دینی چاہیے وہ صاف کہے دے کہ مجھاثی میں اس میدان کا مرد نہیں ہو سکتا۔ ضرورت ہو تو اپنی معذرت کو واضح کرنے کے لیے مجھلا یہ بتا بھی دے کہ میں روزے سے ہوں۔ یعنی میں نے ایک بھاری ذمہ داری اٹھنا رکھی ہے اور مجھ پر خدا اور رسولؐ کی طرف سے سخت قدغن لگی ہوئی ہے۔ میں ایک بگڑٹا اور آزاد آدمی نہیں ہوں کہ جو چاہوں کرو۔ مجھ پر اصل پابندی تو ایمان کی تھی ہی، اب مزید ایک پابندی روزہ کی وجہ سے ہے۔

یہ بھی صبر کا ایک بڑا منظر ہے کہ آدمی دوسروں سے نہ صرف یہ کہ جھگڑا نہ کرے بلکہ دوسرے اگر بدکلامی اور تلخ مزاجی کا مظاہرہ کریں تب بھی سچ بچا جائے۔

(باقی صفحہ ۴۸)

(بقیہ اشعار)

چوتھا نکتہ احتساب یہ ہے کہ جب روزہ کا مرکزی مقصد تقویٰ کا حصول ہے تو روزہ دار کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ فسق و فجور کے اس بڑھتے ہوئے طوفان سے اپنے چشم و گوش کو بچائے جو چاروں طرف آڈر رہا ہے۔

سب سے بڑا فتنہ بے پردگی کا فتنہ ہے جسے نمائش و آرائش کی وبانے و آتش کر دیا ہے اپنی نگاہوں کو اس ہجوم تماشا میں بچائے رکھنا، گنہی اور فضول تصویروں سے دلچسپی نہ لینا، سینما کے پوسٹروں پر نظر نہ ڈالنا، اخبارات میں پیش کیے ہوئے ایسے جنسیت انگیز چہرے اور اشتہاروں کو آراستہ کرنے والے نسائی پوز نہ دیکھنا، ٹیلیوژن کے پردے پر جگمگانے والے چشم و لب سے دلچسپی نہ لینا کم سے کم روزہ دار کے لیے تو اشد ضروری ہے۔ اسی طرح فضول قسم کے گانے سننے اور خرافاتی ناول اور کہانیوں اور اشعار کے پڑھنے سے بھی احتساب کرنا چاہیے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ صوت و رنگ کیہ سارے کھیل آپ کے قلب میں ایسے بیج بودیتے ہیں جن سے فوری طور پر خیالاتِ بد کی روئیدگی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر ان کی روک ٹوک نہ ہو تو بڑی تیزی سے جذبات و احساسات کے سارے آنگن میں خار دار بلیں پھیل جاتی ہیں، جن پر نشہ آور بو دینے والے رنگ برنگے مچھول کھلتے ہیں۔ اس بُر کی سُلّاتی ہوئی روحوں کو جگانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جو آدمی اس مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ خود اپنے آپ کو چھوڑا نہیں سکتا بلکہ اس کے دل میں نجات پانے کا ارادہ ہی نمودار نہیں ہو سکتا۔

گھر میں نظر ڈالیے، اگر غلط قسم کی تصاویر دیواروں پر لگی ہوں یا فضول قسم کے ریکارڈ یا میگزین یا روزانہ میں رکھے ہوں یا آپ کی الماری میں خرافاتی قصے کہانیاں موجود ہوں تو اس لائش سے گھر کو پاک کیجیے تاکہ آپ کے چشم و گوش پاک رہیں اور نتیجتاً آپ کا قلب پاک رہے۔

فلم بینی سے، رقص گاہوں سے، مخلوط ثقافتی تقاریب اور دعوتوں اور ضیافتوں سے، نام نہاد کچل شو سے، مینا بازاروں سے، قمار بازی کے اڈوں سے اپنے آپ کو دور رکھیے۔

ورنہ صرف اتنا ہی نہیں کہ روزے کا مقصد ختم ہو جائے گا، بلکہ روزہ اپنے ساتھ تضاد رکھنے والے عوامل کے حملوں کا شکار ہو جائے گا۔

خوب سمجھ لیجیے کہ ملحدانہ افکار کے ساتھ ساتھ نشیات کے علاوہ بے پردگی اور نمائش عین اور عریانی و فحاشی، ملحدانہ تہذیب کے خداوندوں کی طرف سے پھیلائی ہوئی ایسی وبا ہیں جن کا حقیقی مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان مسلمان نہ رہے اور اسلامی ممالک کی اخلاقی فضا اس درجہ تباہ ہو جائے کہ اسلام کا ایک نظام بن کر ابھرنے کا غیر ممکن ہو جائے۔ مدت کے خلاف ایک مدت سے جاری یہ حملہ ایسا ہے کہ اس کے پیلنج کا جواب دینے کے لیے کم سے کم نماز روزہ کے پابند مسلمانوں کو مضبوط موقف پر کھڑا ہونا چاہیے۔

ماہ رمضان مادیت اور مادہ پرستانہ تہذیب کے خلاف ایک مؤثر مواد ہے جس کو مضبوط اور کامیاب بنانے کی ذمہ داری خاص طور پر روزہ داروں پر عائد ہوتی ہے۔ اپنا احتساب کیجیے کہ آپ سمیع و بصیر و نواد کے اس محاذ پر کیا حصہ ادا کرتے ہیں!

پانچواں نکتہ احتساب یہ ہے کہ روزہ اکیلی ایک عبادت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دوسری بہت سی عبادتیں جمع ہیں جیسے کہ سدا کی اہمیت کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ روزہ داروں کے لیے نماز کی ذمہ داری بھی عام حالات سے بڑھ جاتی ہے۔ خاص طور سے تراویح کا اضافہ بڑا ہمت آزما ہوتا ہے۔ دن بھر کے کچلے پلے ہونے آدمی سے رمضان کا مطالبہ یہ ہے کہ اقطاع اور کھانے کے جلد ہی بعد عام دنوں سے زیادہ طویل نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہو جائے۔ اضافہ پوری ۲۰ رکعتوں کا ہے (۸ رکعتوں والے مسلک کی گنجائش بھی اپنی جگہ درست ہے) پھر جسم کی ضرورت کے مقابلے میں بہت قلیل وقفہ آرام کے بعد سحر خیزی اور سحر کی کمانے کے متعلق بعد صبح کی نماز ایک ایسا سلسلہ آزمائش ہے جو مہینہ بھر جاری رہتا ہے۔

دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ آیا آدمی نے پانچوں نمازیں بروقت ادا باجماعت ادا کرنے کے علاوہ تراویح کا بھاری بوجھ بھی خوشی خوشی اٹھایا یا نہیں۔ اس پہلو سے ہر شخص کو اپنا احتساب خود کرنا ہے کہ وہ ساری نمازیں ادا کرے، کوشش کرے کہ نمازیں باجماعت ادا ہوں اور

مزید برآں وہ تراویح کی سنت پر بھی پورا پورا عمل کرے۔
 ماہ صیام اس لحاظ سے ماہ قیام بھی ہے۔ دن کو روزہ رکھیے اور رات کو عام دنوں
 سے زیادہ رکعتیں نماز کی پوری کرنے کے لیے قیام کیجیے۔

چھٹا نکتہ احتساب یہ کہ رمضان جو نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، کیا ایک روزہ دار اس میں
 اپنا تعلق قرآن پاک سے جوڑ کر ہدایت حاصل کرتا ہے یا نہیں؟ قرآن سے تعلق جوڑنے کی
 ایک شکل یہ بھی ہے کہ نماز تراویح میں پورا قرآن شریف سنا جائے تاکہ اس ضابطہ حیات پر
 ہر سال اجمالی نظر ہو جائے۔ بہت سی مجھولی ہوئی باتیں یاد آجاتی ہیں، بہت سے سوالوں کا جواب
 مل جاتا ہے اور بہت سے احکام کی صحیح شکل سامنے آجاتی ہے۔ قرآن سے تعلق جوڑنے والے
 یہ بھی کرتے ہیں کہ قرآن کا جو حصہ آنے والی رات نماز میں پڑھا جانا ہوتا ہے یا گذشتہ رات پڑھا
 جا چکا ہو اسے وہ گھر یا مسجد میں کسی وقت علیحدہ بیٹھ کر بغور پڑھتے ہیں کہ اجمالی جو حقیقتیں
 سامنے آئی محبتیں ان پر خصوصی توجہ ہو جائے۔ اس کام کے لیے قرآن کو ترجمہ کے ساتھ پڑھنا
 ہی بہتر ہے۔ لیکن اگر صرف تلاوت بھی ہو تو تعلق بالقرآن کا وہ بھی ذریعہ بنتی ہے۔ اکثر
 مسجدوں میں صبح کی نماز کے ساتھ رمضان میں قرآن کا مختصر سا درس بھی ہوتا ہے مسجدوں
 کے علاوہ بھی افطار کے اجتماعات میں عصر سے مغرب تک درس کے انتظامات ہوتے ہیں۔
 اس طرح کے درسوں میں شریک ہو کر روزہ دار قرآنی حقائق کو زیادہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے
 اچھے علماء کے ٹیپ کیے ہوئے درس سُننے جاسکتے ہیں۔ قرآن سے تعلق کے لیے ختم قرآن کی
 وہ مجالس بھی مفید ثابت ہوتی ہیں جن میں رمضان کے خاتمے کے قریب قرآن کے فضائل اور
 مسائل پر تقاریر ہوتی ہیں۔

ان ساری چیزوں کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ محبت قرآن کے علاوہ علم قرآن میں اضافہ ہو۔
 یہی علم وہ علم ہے جسے ہر مسلمان پر فرض کیا گیا ہے۔ علماء کی مجالس میں بیٹھنا، قرآن پڑھتے
 ہوئے اس کے مطالب پر غور کرنا، تفاسیر کے ذریعے الجھنوں کو صاف کرنے کی سعی کرنا،

اور پھر جو اوامر و نواہی سمجھ میں آجائیں اُن کو سچے دل سے عملاً قبول کر لینا یہ ہے تعلق بالقرآن کا کمال۔

اور تعلق بالقرآن سے یہ جذبہ پیدا ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اس کتاب ہدایت کی تعلیم، اس کے احکام، اس کے قوانین کا بول بالا ہو اور قرآن ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کا عملاً ضابطہ بن جائے یعنی ہر روزہ دار غلبۂ قرآن کا علمبردار ثابت ہو۔ ہمارے ارد گرد جو کچھ بھی خلاف قرآن سرگرمیاں اور مظاہر موجود ہیں وہ باقی نہ رہیں۔ قرآن سے سرکشی اور بغاوت بلکہ بے اعتنائی تک کی روش ختم ہو جائے۔ صحیح روزہ داری وہی ہے جو ہمیں قرآن سے اس درجے کی محبت دے اور غلبۂ قرآن کے لیے ایسا جذبہ بنے تاب عطا کرے۔

روزہ داری کے سارے ہی پہلوؤں میں اور خصوصاً تعلق بالقرآن کے بارے میں اعتقاد بہت مدد ہوتا ہے۔ اعتکاف میں بیٹھا ہوا آدمی گھر کے بکھڑوں سے الگ ہو کر اور معاش کے مشاغل سے فارغ ہو کر قرآن کو زیادہ توجہ سے پڑھتا ہے۔ اس کا کچھ حصہ یاد کر لیتا ہے، اس کے مطالب کو سمجھنے کے لیے کتابوں کی مدد سے کاوش کرتا ہے۔ اس طرح قرآن اس کے دل میں اپنی خاص جگہ بنا لیتا ہے۔

اب یہ تو خود روزہ دار کا کام ہے کہ وہ اس بات کا جائزہ لیتا رہے کہ قرآن سے اس کا کس درجے کا تعلق قائم ہوا ہے؟ کتنی محبت اس کی تعلیمات سے پیدا ہوئی؟ کتنا حصہ اس کا سمجھا جا سکا؟ کونسے احکام ایسے سامنے آئے جن پر پہلے نظر نہ تھی؟ موجودہ زندگی میں کیا چیزیں پر جو قرآن کی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتیں؟ کیا کیا کچھ بدل دینا ہوگا؟ اجتماعی نظام قرآن سے کتنی دور جا رہا ہے؟ ماحول میں کیا کیا آلائشیں قرآن کے خلاف موجود ہیں؟ نظام حیات کو قرآن کی بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے کیا کام ہونا چاہیے؟ اس طرح کا کام کچھ اور لوگ کر رہے ہیں؟ اور کہ رہے ہیں تو کیا وہ قابل اعتماد ہیں اور اُن کے ساتھ تعاون کیا جا سکتا ہے؟ کوئی دوسری قوت اگر موجود نہیں اور کسی کے ساتھ تعاون کرنے کا راستہ نہیں تو پھر بطور خود قرآن کا پیغام پھیلانے اور اس کے غلبہ کی تحریک اٹھانے کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے؟ یہ باتیں ہر شخص کے اپنے سوچنے کی ہیں۔

احساب کا ایک ساتواں پہلو بھی ہے۔

رمضان کو جس طرح قرآن سے نسبت خاص ہے، اسی طرح جہاد سے بھی گہرا رشتہ ہے۔ اس وجہ سے کہ قرآن کی انقلابی تحریک کا ایک امیر اگر دعوت ہے تو دوسرا جہاد ہے۔ بلکہ بروئے حقیقت اگر دیکھا جائے تو قرآن کی دعوت میں بھی جہاد کی روح شامل ہے۔ یعنی خدا کی توجید کو قائم کرنے کا پیغام دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ شرک کی تمام اقسام سے بیزاری اختیار کی جائے۔ اللہ سے ایمان کا رشتہ جوڑنا ہو تو طاعت، سے کفر کیا جائے، معروف کو اگر بھیلانا ہو تو منکر کے انسداد کی کوشش کی جائے، اس طرح دعوت کے مثبت اور منفی دونوں پہلو جب سامنے ہوں تو پھر یہ حقیقت سمجھنا مشکل نہیں رہتا کہ قرآن کی دعوت حق کی روح جہاد ہے۔ جہاد صرف میدان جنگ میں قتال ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ باطل سے کراؤ کی ہر شکل خواہ وہ فکری ہو، علمی، ادبی یا معاشرتی و ثقافتی جہاد کی تعریف میں داخل ہے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا "خدا کی راہ میں جہاد کرنے کی بہت سی اشکال اور بہت سی سطحیں ہیں۔"

مزید یہ کہ جہاد کی آخری شکل، یعنی قتال فی سبیل اللہ کی تاریخ بھی ماہ رمضان سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اسلام، مملکت مدینہ کی تاریخ کا پہلا سر پہ جس کا مقصد فوجی گشت تھا، رمضان ۱ ہجری میں واقع ہوا۔ اس کے علاوہ کم از کم سات مزید سراہا ہیں جو رمضان میں ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان پہلا معرکہ بدر کے مقام پر رمضان ۲ ہجری میں ہوا۔ اسی طرح آخری فیصلہ کن کارروائی فتح مکہ کی تھی جو رمضان ۳ ہجری میں عمل میں آئی۔ بعد کی تاریخ ملت

لے خود صوم کا اطلاق ایسے گھوڑوں پر ہوتا ہے جن کو عام معنوں میں سفر کے لیے اور خاص معنوں میں جہاد کے لیے دوڑا کر اور بھوکا پیاسا رکھ کر تمہیں دی جا رہی ہو۔ اس مفہوم کے لحاظ سے روزے کا صحیح ترین تصور یہ ہے کہ اسے جہاد کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ سو روزہ دار کو اس مقصود پر نگاہ رکھنی چاہیے۔

میں متعدد بڑے بڑے معرکے رمضان میں واقع ہوئے۔ اس وجہ سے رمضان ماہ جہاد مجھی ہے۔ کم سے کم اس مہینے میں طاغوتی قوتوں کے خلاف جذبہ جہاد کو نشوونما پانا چاہیے۔

ہر روزہ دار کو اس لحاظ سے اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ آیا اس کے اندر سچا جذبہ جہاد موجود ہے؟ جہاد کی مضبوط نیت اس کے دل میں ہے؟ کیا اس میں شہادت کی تمنا ہے؟ کیا صبر کی صفت جو جہاد کی شرط لازم ہے، اس نے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے؟ وہ نظم اور ڈسپلن میں کسے جاننے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ اور دنیا میں جہاں کہیں مسلمان جہاد میں مصروف ہیں، ان کے لیے اس کے دل میں سچی ہمدردی ہے؟ کیا وہ ان کے لیے مالی ایثار کرتا ہے؟

اس سے نیچے اتر کر کیا وہ جبرکیش قوت کے سامنے حق و صداقت کی بات کہنے کا جذبہ رکھتا ہے کہ یہ بھی جہاد کی ایک اہم قسم ہے؟ کیا وہ رشتہ داروں اور دوستوں اور اہل عیال کے سامنے ان کی پسند و ناپسند کی پروا کیے بغیر دین کے تقاضے بیان کر سکتا ہے اور ان کا واضح عملی مظاہرہ کر سکتا ہے؟ کیا وہ اپنے لیڈروں اور اہل حل و عقد کو خلاف دین یا خلاف مصلحت دین امر پر ٹوک سکتا ہے؟

اگر ان چیزوں میں کمی ہے تو روزے کی برکات کی مدد سے ہر شخص کو پوری کرنی چاہیے۔

ان چیزوں کا لحاظ رکھے بغیر اگر روزہ بحالت غفلت رکھا جائے جب کہ نہ دل بیدار ساتھ ہو، نہ شعوری ایمان حرکت میں آئے، نہ روزے کے مقاصد سامنے ہوں اور نہ ان مقاصد کی روشنی میں احتساب کیا جائے تو رمضان کی بے حساب برکات یوں ضائع ہو جاتی ہیں جیسے کسی شخص کے گھر کے سامنے سے مہینہ بھر ایک نہر بہتی رہے، مگر اس کے گھر سے خالی اور صرا حیاں سونگھی پڑی رہیں۔

خدا آپ کو تمام روزے نصیب کرے، جاگتے دل و دماغ کے ساتھ روزے، تراویح اولہ سحری کا اہتمام کیجیے اور ان تمام برکات کو سمیٹیں جو رمضان ساتھ لایا ہے۔

(۲)

لبنان میں فلسطینیوں کی ہیمیانہ تباہ کاری کے لیے جو شرمناک کاہر وائی اسرائیل نے امریکہ
کا پشت پناہی سے کی ہے، اس کے خلاف اپنی طرف سے کوئی نوٹ لکھنے کے بجائے یہاں
میاں طفیل محمد صاحب کے بیان مورخہ ۲۰ جون ۱۹۸۲ء کو درج کیا جا رہا ہے:-

”فلسطینیوں کی تحریک آزادی کو کچلنے اور انہیں صفحہ دہستی سے مٹا دینے کے لیے اسرائیل نے
جس بے خوفی و سفاکی کے ساتھ حملہ کیا ہے اس کی کوئی دوسری مثال افغانستان پر روسی فوج کشی
کے سوا حال میں موجود نہیں ہے اور اس کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ جو امریکہ بہادر
افغانستان میں روسی جارحیت کی مذمت کرتا ہے وہی امریکہ لبنان پر اسرائیلی جارحیت کا
پشت پناہ بنا ہوا ہے اور ہر وہ قرارداد جو اقوام متحدہ کے بین الاقوامی فورم میں اسرائیل کی
مذمت کے لیے پیش کی گئی ہے، امریکہ نے اسے اسی طرح وٹو کر دیا ہے، جس طرح کشمیر پر بھارت
کے غاصبانہ قبضے کے خلاف پیش ہونے والی قراردادوں کو ٹوک دیا ہے۔ اس سے صاف
ظاہر ہے کہ اس نام نہاد مہذب دنیا میں سیاست کی بنیاد طاقت ہی ہے، حق و انصاف ان کے ان
کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ لہذا لبنان کے معاملے میں امریکہ کے طرز عمل اور افغانان کے
محلے میں روس کے رویے سے اب عالم اسلام کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور انہیں سمجھ لینا
چاہیے کہ اپنے مسائل حل کرنے کے لیے انہیں اپنے ہی وسائل اور اپنی ہی قوت اور طاقت پر بھروسہ
کرنا ہوگا۔ کوئی دوسرا سہارا انہیں کام نہیں دے سکتا۔ عجیب بات ہے کہ اس سانحہ فلسطین و لبنان
پر اسلامی کانفرنس تقریباً بے حس و حرکت بیٹھی ہے، حالانکہ جس طرح افغانستان پر روسی
فوج کشی سے پیدا شدہ بحران پر صلاح مشورے کے لیے اسلامی کانفرنس کا خصوصی اجلاس فوراً
طلب کر لیا گیا تھا، اسی طرح لبنان میں فلسطینیوں کے قتل عام کے سہ باب کے لیے بھی اسلامی
نہیں تو عرب ممالک کا اجلاس بلا تاخیر منعقد کرنا چاہیے تھا۔ اسرائیل صرف عام جارحیت ہی کا
نہیں بلکہ نہایت ہی وسیع پیمانے پر قتل انسانی کے مجرم کا مرتکب ہوا ہے اور عالم اسلام جب
تک متحد ہو کر اپنی قوت کا مظاہرہ نہیں کرے گا اس کی آواز صدرا البصوا ہی بنی رہے گی۔

میں عالم اسلام سے بالعموم اور عالم عرب سے بالخصوص اپنا کرتا ہوں کہ وہ منظلوم فلسطینیوں کی مدد کو پہنچیں اور ان کا قتل عام بند کروانے کے لیے اپنے تمام ممکن ذرائع کام میں لائیں۔ اگر ہر ملک کے مسلمان ہزاروں سے صرف ایک مسلمان رضا کار بھی فلسطین بھیجنے کا فیصلہ کر لیں تو صہیونیوں اور ان کی پشت پناہ قزاقوں کا فلسطین اور اس کے نواح سے صفایا ہو سکتا ہے۔

لبنان پر اس تازہ اسرائیلی حملے کے نتیجے میں ان چھ روز میں ۳۰ ہزار سے زائد فلسطینی مسلمان شہید اور لاکھوں عورتیں، مرد اور بچے زخمی ہو چکے ہیں۔ (اور ان کے مسکن اور ضرورت کے سامان بھی غارت ہو چکے ہیں۔) مدیر (مدیر) آج ہر مسلمان اور صاحبِ دل انسان کا فرض ہے کہ شہداء کے لپیمانگان اور زخمیوں کی ہر ممکن امداد کرے۔ تحریک اسلامی پاکستان، منصورہ، ملتان روڈ کی ہور نے "امداد فلسطین فنڈ" کے نام سے امدادی فنڈ جمع کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہم تمام اہل وطن سے اپیل کرتے ہیں کہ دل کھول کر اس میں امدادی رقم جمع کر لیں۔ مرکز میں یہ رقم ناظم فنڈ مذکور مسعود احمد خاں یا ناظم اعلیٰ شیخ فقیر حسین کے نام بھیجی جاسکتی ہیں۔"

ضروری تصحیح

خدا سے ہم معافی چاہتے ہیں کہ پچھلی مرتبہ کے اشارات میں ایک آیت غلط چھپ گئی تھی۔ صحیح یہ ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ

(الانفال - ۲)

(۱۷۱/۱۷۲)